

دوسری قسط:

ٹیکس کی شرعی حیثیت

جناب مولانا فضل الرحمن

ضربۃ یا غلۃ:

یہ بھی ٹیکس کی ایک صورت تھی جو غلاموں اور غیر مسلموں پر عائد ہوتا تھا۔ مسلمانوں سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔
حضرت انسؓ سے مروی ہے:

”حجم ابو طیبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر لہ بصاع او صاعین من طعام و کلم موالیہ فخفض عن غلۃ اضربۃ“۔ (صحیح بخاری ص ۳۰۴)۔

”ابو طیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹنگی لگائی پس آپ نے اناج کے ایک یا دو صاع اس کو دینے کا حکم فرمایا اور اس کے مالکوں سے اس کی سفارش کی۔ پس اس کے ٹیکس میں تخفیف کر دی گئی۔“

عشور:

عشر کی جمع ہے اور اس سے مراد اسلامی عشر یا صدقات نہیں بلکہ یہ وہ تجارتی امپورٹ ڈیوٹی تھی جو یہود و نصاریٰ اور ذمیوں کے ان مالوں پر وصولی کی جاتی تھی جو وہ تجارت کرنے کی خاطر مسلمانوں کے علاقوں میں لایا کرتے تھے۔

حسنؓ سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا:

”ان تجار امن قبلنا من المسلمین یاتون ارض الحرب فیما خذون منهم العشر“۔

”ہمارے ملک میں مسلمان تاجر جب حربی علاقوں میں جاتے ہیں تو وہ ان سے مال کو دسواں حصہ وصول کرتے ہیں۔“

حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو جواب میں حکم دیا:

”خذانت منهم کما یاخذون من تجار المسلمین وخذ من اهل الذمۃ نصف العشر ومن المسلمین من کل

اربعین درهما درهما ولیس فیما دون المائتین شئی فاذا کانت فائتین ففیہا خمسۃ دراهم وما زاد فبحسابہ“

(کتاب الخراج ص ۱۳۵)

”تم بھی ان سے اسی طرح دسواں حصہ وصول کرو کہ جس طرح وہ مسلمان تاجروں سے وصول کرتے ہیں۔ ذمیوں سے بیسواں اور

مسلمانوں سے ہر چالیس پر ایک ایک درہم وصول کیا کرو۔ دوسو درہم سے مال کم ہو تو اس پر کچھ وصول نہیں کرنا۔ جب مال دو سو

درہم کا ہو جائے تو اس میں سے پانچ درہم لینے ہیں اور اگر مال دوسو درہم سے زیادہ ہو جائے تو پھر حساب لگا کر رقم وصول کرو۔

عمر بن شعیب کی روایت کے مطابق حربوں میں سے اہل بیچ نے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں تحریر عرض کیا۔

”رعنا ندخل ارضك تجارا وتعشر نافشا ور عمر اصحاب رسول الله ﷺ في ذلك فاشاروا عليه به فكانوا اول من عشر من اهل الحرب“ . (كتاب الخراج ص ۱۲۵)۔

”ہمیں اپنے ملک میں تجارت کے لئے آنے کی اجازت دیں اور ہم سے دسواں حصہ وصول کیا کریں عمر فاروق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے اس بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے اس کے حق میں رائے دی۔ چنانچہ وہ پہلی حربی قوم تھی کہ جس سے عشر لیا گیا۔

معلوم ہوا کہ تجارتی عشر یعنی امپورٹ ڈیوٹی کی ابتداء حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اس وقت ہوئی جب حربی قوم کے تجار نے اہل اسلام کے علاقوں میں تجارت کی اجازت ملنے پر خود ہی اپنے مالوں کا دسواں حصہ اسلامی خزانے میں جمع کروانے کی پیش کش کی۔ دوسری روایت کے مطابق جب مسلمان تجار سے حربیوں نے دسواں حصہ وصول کرنا شروع کیا تو اس کے جواب میں امیر المؤمنین کی اجازت سے حربی تجار سے بھی مسلمانوں نے دسواں حصہ وصول کرنا شروع کر دیا۔ خیال رہے کہ مسلمانوں سے جو ڈیوٹی وصول ہوتی تھی اس کی وہ حیثیت نہ تھی جو کہ غیر مسلموں سے ہونے والی ڈیوٹی کی تھی۔ قاضی ابویوسفؒ نے اس کی وضاحت یوں کی ہے۔

”وكل ما اخذ من المسلمين من العشر فسيبيله سبيل الصدقة وسيبيل ما يوخذ من اهل الذمة جميعا واهل الحرب سبيل الخراج“ . (كتاب الخراج ص ۱۳۴)۔

”اور مسلمان سے جو ڈیوٹی کے طور پر وصول کیا جائے گا۔ اس کی حیثیت زکوٰۃ جیسی ہوگی اور جو ذمیوں سے وصول ہوگی اس کی نوعیت خراج جیسی ہوگی۔“

زیاد بن حدیر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے عشر پر عامل بنا کر حکم دیا:

”ان اخذ من تجار المسلمين ربع العشر“

کہ میں مسلمان تجار سے ۲/۱ فیصد وصول کروں۔

دوسری روایت کے مطابق: ”من تجار اهل الذمة مثل ما اخذ من تجار المسلمين“ . (كتاب الخراج ص ۱۳۴)۔

”اہل ذمہ کے تجار سے وہ وصول کروں کہ جو مسلمان تجار سے ان کے علاقوں میں وصول کیا جاتا ہے۔

انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ان سے فرمایا:

”خذ من المسلمين من كل اربعين درهما درهما ومن اهل الذمة من كل عشرين درهما ومن لائمة له من

كل عشرة درهما درهما“ . (كتاب الاموال)۔

”کہ مسلمانوں سے ہر چالیس درہموں پر ایک درہم (۲/۱ فیصد) اہل ذمہ سے ہر بیس درہموں پر ایک درہم (۵ فیصد) اور جو اہل ذمہ نہیں۔ ان سے ہر دس درہموں پر ایک درہم (۱۰ فیصد) وصول کروں۔

قاضی ابو یوسفؒ نے خلیفہ ہارون رشید پر یہ بھی واضح کر دیا تھا۔

”اذا مر الناجر علی العاشر بمال او متاع وقال قد ادیت ذکاته وحلف علی ذلک فان یقبل منه ویکف عنه ولا یقبل فی هذا من الذمی ولا من الحر بی لانه لا زکوة علیها“۔ (المحلی لابن حزم ج ۲ ص ۱۱۵)۔

”اگر کوئی تاجر مال و متاع کے ساتھ عاشر کے پاس سے گزرے اور حلف اٹھا کر کہے کہ میں نے اس کو زکوٰۃ ادا کر دی ہے تو اس کی یہ بات مان لی جائے اور اس سے ڈیوٹی وصول نہ کی جائے کیونکہ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔“

قاضی ابو یوسفؒ کی اس ہدایت سے معلوم ہوا کہ مسلمان تاجروں سے جو تجارتی ڈیوٹی وصول کی جاتی تھی۔ وہ ان کے مالوں کی زکوٰۃ ہوتی تھی۔ اگر تاجر حلف اٹھا کر کہہ دیتے کہ ہم نے اپنے مالوں کی زکوٰۃ پہلے ہی ادا کر دی ہے تو پھر ان سے کوئی ڈیوٹی وصول نہ کی جاتی تھی۔ لہذا اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ عمر فاروقؓ نے مسلمانوں سے بھی تجارتی عشر وصول کیا تو یہ بات کسی بھی صورت میں درست نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اہل اسلام سے ایسا عشر وصول کرنے سے منع فرمایا لہذا جس کام سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا وہ عمر فاروقؓ کیسے کر سکتے تھے۔

حرب بن عبید النقیس کے خالو سے مروی ہے کہ میں نے اپنی قوم کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔

”اعشروھا فقال انما العشور علی اليهود والنصارى ولیس علی اهل الاسلام عشور“۔ (مسند احمد ۳ ص ۴۷۴)۔

”کیا میں اپنی قوم سے عشر وصول کروں؟ آپ نے فرمایا۔ بے شک عشور یہود و نصاریٰ پر ہے۔ اہل اسلام پر عشور نہیں۔

یہی روایت امام ابو داؤد اور امام ابن ابی شیبہ نے دائل کے خالو سے نقل کی ہے۔ (ابوداؤد ص ۴۳۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۲)۔

سعید بن زیدؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”یا معشر العرب احمد والہ الذی رفع عنکم العشور“۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۰ مصنف ابن ابی

شیبہ ج ۳ ص ۱۹۷ مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۱۸۷)۔

اے عرب کے لوگوں! اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو کہ جس نے تم سے عشور کو ہٹا دیا۔

احمد عبدالرحمن البنا الساعقی نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ یعنی

”ما کانت تاخذ ملوکہم ورؤساء قبائلہم منهم من الضرائب والعشور ونحو ذلک“۔ (الفتح الربانی ج ۱۵ ص ۱۹)۔

”یعنی ان کے بادشاہ اور قبائل کے سردار ٹیکس اور عشور اور ان کی مثل ان سے جو وصول کیا کرتے تھے۔

امام ابو عبیدہؓ نے نقل کیا ہے۔

” انہ قد کان لہ اصل فی الجاہلیۃ یفعلہ ملوک العرب والعجم جمیعاً فكانت سنتہم ان یاخذوا امن التجار عشر اموالہم اذا مروا بہم “ . (کتاب الاموال ص ۴۷۲)۔

” اس کی بنیاد جہالت کے زمانے میں رکھی گئی کہ جب عرب و عجم کے بادشاہوں کا یہ طریقہ بن گیا کہ اپنے پاس سے گزرنے والے تاجروں سے دس فیصد ٹیکس وصول کیا کرتے تھے “ ۔

مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ اور عشر فرض ہے:

مذکورہ روایات سے عیاں ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے صرف زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے کا پابند بنایا ہے۔ اگر کوئی اس کے علاوہ بارگاہ اللہ میں صدقہ پیش کرتا ہے۔ یا اتفاق فی سبیل اللہ کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو اپنے اس عمل سے وہ عند اللہ اپنے درجات کو بلند کرواتا ہے۔ زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ اس پر کوئی ایسا ٹیکس واجب نہیں ہو سکتا کہ جس کی اصل جاہلیت کے زمانہ تھی۔ اسی لئے علامہ شوکانیؒ نے فیصلہ دیا ہے۔

” لیس علیہم غیر الزکوٰۃ من الضرائب والمکس ونحوھا “ . (نیل الاوطار ج ۸ ص ۶۲)۔

” کہ ان پر زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس اور اس کی مثل واجب نہیں “ ۔

علامہ الساعاتی کا بیان ہے ۔

” ای غیر ما فربضہ اللہ علیہم فی الصدقات فلا یؤخذ من المسلم ضریبۃ ولا شئی یقرر علیہ فی مالہ لانہ بصیر کالجزیۃ “ . (الفتح الربانی ج ۱۵ ص ۱۷) ۔

” یعنی صدقات کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر جو فرض کیا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں پس مسلمان سے کوئی ٹیکس وصول نہ کیا جائے اور نہ کچھ اس پر مقرر کیا جائے۔ اگر ایسا کیا جائے گا تو وہ جزیہ کی صورت اختیار کر جائے گا۔ “

ظاہر ہے کہ مسلمان سے جزیہ وصول نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ جزیہ تو غیر مسلموں پر واجب ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

” اذا ادیت زکوٰۃ مالک فقد قضیت ما علیک “ . (ترمذی ج ۱ ص ۱۶ ابن ماجہ ص ۱۲۸ فتح الباری

ج ۲۷ ذائد ابن حبان ص ۲۰۴ کنز العمال ج ۶ ص ۲۹۳ السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۸۴)۔

” جب تو نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو جو تجھ پر فرض تھا اسے تو نے پورا کر دیا۔

امام ترمذیؒ نے پہلے اس حدیث کو باب بنایا۔ پھر روایت کے طور پر نقل کرنے کے بعد مزید وضاحت یوں کی ہے کہ اور طریقے سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا۔

” ہل علی غیرھا؟ قال لا الا ان تطوع “ ۔

”کیا اس کے علاوہ بھی کچھ مجھ پر فرض ہے۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ اگر تو رضا کارانہ طور پر دینا چاہے تو اجازت ہے۔“

یہی الفاظ امام بخاریؒ کی ایک نقل کردہ روایت کے ہیں؟۔ (صحیح بخاری ص ۱۲)۔

فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”ليس في المال حق سوى الزكوة“ . (المغنی لابن قدامه ج ص ۵۷۳ کنز العمال ج ۶ ص ۳۲۳ المیزان

الکبری ج ۲ ص ۲ ابن ماجہ ص ۱۲۸)۔

”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کچھ اور فرض نہیں۔“

امام شعرانی نے علمائے کرام کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

اسی حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام ماوردی نے لکھا ہے۔

” لا يجب على المسلم في ماله حق سواها“ . (الاحکام السلطانیہ ص ۱۱۳)۔

”کہ مسلمان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی حق فرض نہیں ہوتا۔“

اگر کہا جائے کہ فاطمہ بنت قیس سے یہ بھی مروی ہے۔

” في المال حق سوى الزكوة“

”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔“

جامع الترمذی میں یہ دونوں روایتیں موجود ہیں۔ امام ترمذیؒ نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ ”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور ابھی حق ہے۔“

والی روایت کی سند درست نہیں۔ کیونکہ اس روایت کے ایک راوی ابو حمزہ میمون الاعدود کو ضعیف کہا گیا ہے۔

جامع الترمذی کے شارح علامہ عبد الرحمن مبارکپوری نے نقل کیا ہے کہ امام احمدؒ نے ابو حمزہ میمون کے بارے میں فرمایا کہ وہ متروک

الحدیث ہے۔ یعنی اس کی حدیث قبول نہیں کی جاتی۔ امام دارقطنی نے کہا کہ وہ ضعیف ہے۔ امام بخاریؒ کا کہنا ہے۔ کہ وہ ائمہ حدیث کے

نزدیک مضبوط نہیں۔ امام نسائی کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں۔ (تحفة الاحوذی ج ۲ ص ۲۲ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۳۴)۔

امام بیہقی کی تحقیق ہے کہ یہ حدیث ابو حمزہ میمون الاعدود کوئی کے حوالے سے پہچانی جاتی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ ”یحییٰ بن معین اور ان کے

بعد آنے والے حفاظ حدیث نے اس پر جرح کی ہے۔ ہمارے ساتھ تعلق میں جو روایت نقل کرتے ہیں وہ ”ليس في المال حق

سوى الزكوة“ ہے یعنی مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور کوئی حق نہیں۔

اس ساری بحث سے واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمان اگر صاحب نصاب ہے تو وہ صرف زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے کا پابند ہے۔ اگر وہ اس کے

علاوہ اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر ضرورت مندوں پر خرچ کرتا ہے تو وہ عند اللہ ماجور ہوتا ہے۔

حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے حضرت انسؓ کو جب بحرین کا حاکم بنا بھیجا تو ان کو زکوٰۃ کے بارے میں تحریری ہدایت نامہ دیا۔

” هذه فريضة الصدقة التي فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين التي امر الله بها رسوله فمن سئلها من المسلمين على وجهها فليعطها ومن سئلها فوقها فلا يعط “ (صحيح بخاری ص ۱۹۵ نسائی ج ۱ ص ۲۷۳ ابن حبان ج ۱۱۱ ، الام ج ۲ ص ۴) .

” یہ وہ صدقہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا یہ وہی ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ پس مسلمانوں میں سے فريضہ کے مطابق جس سے طلب کیا جائے وہ ادا کر دے اور جس سے فرض کردہ سے زیادہ مانگا جائے وہ نہ دے “ ۔

صحیح بخاری جو آج کل مدارس میں متداول ہے۔ اس میں ”فلا يعط“ کے نیچے بین السطور لکھا ہوا ہے۔

” ای زائدًا علی الفريضة المعينة “

” یعنی فرض معینہ سے جب زیادہ طلب کیا جائے “ ۔

شاہ ولی اللہؒ نے بھی یہ لکھا ہے۔ (حجة الله البالغة ج ۲ ص ۱۵۳) (مترجم)۔

زکوٰۃ نے مال کے ہر حق کو منسوخ کر دیا ہے۔

جب زکوٰۃ و عشر کے بارے میں یہ حکم ہے کہ صاحب نصاب مسلمان پر جتنی فرض ہوتی ہے اس سے زیادہ اس سے وصول نہ کیا جائے تو اس پر زکوٰۃ و عشر کے علاوہ کوئی اور ٹیکس کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

ایک مال پر ایک ہی بار زکوٰۃ و عشر اور ٹیکس کا واجب ہونا:

اسلامی نظام زکوٰۃ و عشر اور ٹیکس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مسلم یا غیر مسلم کے ایک مال پر سال میں ایک ہی مرتبہ زکوٰۃ و عشر یا ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس دنیا میں مروجہ نظام ٹیکس کے تحت ایک ہی آمدنی یا ایک ہی مال پر کئی ٹیکس وصول کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ انکم ٹیکس، سوپر ٹیکس، سرچارج، ویلٹھ ٹیکس، سیلز ٹیکس، امپورٹ ڈیوٹی اور ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ۔

اسلام میں اس کی بالکل اجازت نہیں کہ ایک مال پر بار بار زکوٰۃ یا عشر وصول کیا جائے۔

یا زکوٰۃ اور عشر کی شرح میں اضافہ کر دیا جائے۔ اسی طرح غیر مسلم کے مال پر بار بار تجارتی ڈیوٹی واجب کر دی جائے یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈال دیا جائے۔

علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اسلام کی عظمت کو اجاگر کرنے والا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک عاشر نے رومی ماجر سے اس کے گھوڑے کا عشر وصول کر لیا۔ اتفاق سے اس تاجر کا گھوڑا فروخت نہ ہوا۔ جب وہ اپنے گھوڑے سمیت واپس ہوا تو عاشر نے اس سے پھر عشر طلب کیا۔ نصرانی نے عاشر سے کہا کہ میں جب تمہارے پاس سے گزرا تو تمہیں عشر ادا کر دیا تھا۔ اب مجھ پر کچھ بھی ادا کرنا باقی نہیں۔ جب عاشر نے اصرار کیا تو اس نے اپنا گھوڑا عاشر کے پاس چھوڑا اور خود مدینہ طیبہ

پہنچ گیا۔ اس نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کو مسجد نبوی میں اس طرح پایا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی کتاب یا خط کو دیکھ رہے تھے۔ نصرانی نے مسجد کے دروازے سے آواز لگائی کہ میں نصرانی شیخ ہوں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے جواب میں فرمایا۔ میں دین حنیف کو ماننے والا شیخ ہوں۔ کیا بات ہے؟
نصرانی نے عاشر کے ساتھ ہونے والی اپنی گفتگو سنا دی۔ حضرت عمر فاروقؓ اس کی بات کو قابل توجہ نہیں سمجھا۔ لہذا وہ عاشر کے پاس واپس آیا اور دوبارہ عشا را کرنے پر تیار ہو گیا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے عاشر کے پاس امیر المؤمنین کا حکم نامہ پہنچ چکا تھا۔ اگر اس سے ایک عشر لے چکے ہو تو دوسری بار مت لینا۔

نصرانی نے کہا کہ جس دین میں عدل و انصاف کی یہ صفت موجود ہو وہی حق ہونے کے لائق ہے اور وہ وہیں مسلمان ہو گیا۔ (المبسوط ج ۲ ص ۲۰۱)۔

جب غیر مسلم سے اس پر واجب ہونے والی ڈیوٹی سے زیادہ وصول کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا تو اسلامی ریاست میں مسلمانوں سے غیر اسلامی ٹیکس وصول کر نیکی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے؟
علامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی المتونی ۹۷۰ھ نے نقل کیا ہے:

”ان تمام اسلامک ان تودوا زکوٰۃ اموالکم“ (کنز العمال ج ۶ ص ۲۹۶ الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۵۲۰)۔
تمہارا اسلام کو پورا کرنا یہ ہے کہ تم اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔

لہذا واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں کسی بھی غیر شرعی ٹیکس کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اسلام نے ان تمام ٹیکسوں کو ختم کر دیا تھا جو عرب میں اس وقت رائج تھے۔ مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ و عشر کی ادائیگی فرض ہے اور جو صاحب نصاب اس کی ادائیگی کا منکر ہو تو حاکم وقت اس سے زبردستی وصول کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر الصدیقؓ نے اپنے خلافت کے آغاز میں کیا تھا۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

.....☆☆☆☆☆.....